حکیم محمود احمد ظفر (قسط دوم)

جنت میں لے جانے والے کام

****

ایک شخص برائی کر رہا ہو اور دوسرا اس کو دیکھ کر نہ روکے، نہایت خطرناک اور پوری ملت کے لیے مہلک ہے۔ کیونکہ ہر قوم میں بگاڑ ابتداء میں چند افراد سے شروع ہوتا ہے۔ اگر قوم کا اجتماعی ضمیر اپنے اندر زندگی کی کوئی رمق باقی رکھتا ہے تو ان کا زندہ ضمیر ان افراد کے بگاڑ کو دبائے رکھتا ہے اور قوم بحثیت مجموعی بگڑنے نہیں پاتی، لیکن اگر قوم یا ملت ان افراد کے معاملہ میں سستی سے کام لیتی ہے اور ان کو ملامت اور زجر و توبیخ کرنے کے بجائے ان غلط کاریوں کے کرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیتی ہے تو رفتہ رفتہ برائی کا وہ زہر جو پہلے صرف چند افراد میں سمایا ہوا تھا۔ ساری قوم کے جسم کو مسموم بنا دیتا ہے اور نتیجہ وہی ہوتا ہے جو بنی اسرائیل کے ساتھ ہُوا کہ ساری قوم تباہی اور ہلاکت کے گڑھے میں گر جاتی ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

''لوگ جب کسی برے کام کو دیکھیں گے اور اس کو نہیں بدلیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر بہت جلد اپنا عذاب نازل فرما دے گا۔'' (سنن ابن ماجہ جلد ۲ ص ۳۲۷)

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم لوگوں کو نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو، ورنہ حق تعالیٰ تم پر ایسا ظالم بادشاہ مسلّط فرما دیں گے جو نہ تو تمہارے بڑوں کی کچھ رعایت کرے گا اور نہ اس کو تمہارے چھوٹوں پر رحم آئے گا۔ اور اس وقت اگر تمہارے نیکو کار لوگ بھی دعا کریں گے تو بھی قبول نہیں ہو گی۔ اور اگر وہ اللہ تعالیٰ سے نصرت مانگیں گے تو بھی نہیں ملے گی اور معافی مانگنے پر معافی بھی نہیں ملے گی۔'' (تنبیہ الغافلین ص ۵۵)

حافظ ابن قیم نے ایک لمبی حدیث میں یہ الفاظ بھی نقل فرمائے ہیں کہ

''جب کوئی قوم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دیتی ہے تو نہ اس کی دعائیں سنی جاتی ہیں اور نہ ہی ان کے اعمال قبولیت کا درجہ پاتے ہیں'' (الدواء الکافی لابن قیم ص ۶۳)

امام احمد بن حنبل سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ:

''کسی بھی قوم میں جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہونے لگے اور قوم میں وہ لوگ باعزت اور اکثریت میں ہوں جن کو گناہ اور معاصی سے اجتناب ہے، لیکن پھر بھی وہ نافرمانوں کو نافرمانی سے نہیں روکتے تو اللہ ایسی قوم میں عذاب کو عام فرما دیتا ہے۔'' (الدداء الکافی ص ۴۳)

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، تم اچھی باتوں کا حکم دیتے رہو اور بری

باتوں سے روکتے رہو، ورنہ پھر اللہ تم پر اپنا عذاب نازل کر دے گا۔ پھر تم اس سے دعا بھی مانگو گے تو وہ بھی قبول نہ ہوگی۔'' (ترمذی جلد ۴ ص ۴۶۸)

اچھی باتوں کا حکم دینے اور بری باتوں سے روکنے والے کو نرم مزاج اور خوش گفتار ہونا چاہیے۔ دل دکھانے والے الفاظ اور درشت اور ناپسندیدہ کلمات سے بچنا چاہیے کیونکہ حدیث میں ہے کہ:

''جب تم میں سے کوئی شخص اچھی بات کا حکم دے تو اسے چاہیے کہ اس کا یہ حکم دینا عمدہ اسلوب اور احسن طریق سے ہو، تاکہ اس کا کلام موثر اور مقبول ہو۔''

اس سلسلہ میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیّب قاسمی قدس سرہ کی کتاب ''دعوت اسلام'' پڑھنے کے قابل ہے۔ ہر داعیٔ اسلام کے لیے اس کتاب کا پڑھنا نہایت ضروری ہے۔

۷۔ جنت میں انسان کو لے جانے والا ایک عمل مظلوم و مقہور آدمی کی مدد کرنا ہے۔ مظلوم کی مدد کے بارہ میں کئی احادیث مروی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ:

''مظلوم کی اعانت یہ ہے کہ اس سے ظلم دور کر دیا جائے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''ہر مسلمان پر صدقہ واجب ہے۔'' آپ سے پوچھا گیا گیا۔ اگر کوئی شخص صدقہ نہ کر سکے تو پھر کیا کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے دست و بازو سے عمل کرے اپنی ذات کو فائدہ پہنچائے اور صدقہ کرے۔'' عرض کیا گیا کہ اگر کوئی شخص یہ بھی نہ کر سکے؟ فرمایا: کسی مصیبت زدہ اور مظلوم حاجت مند کی مدد کرے۔ پھر عرض کیا گیا کہ اگر کوئی یہ بھی نہ کر سکے تو؟ فرمایا پھر نیکی اور خیر کا حکم دے۔ پھر پوچھا گیا کہ اگر یہ بھی نہ کر سکے؟ فرمایا: برائی اور شر سے رک جائے اس پر بھی صدقہ کا اجر و ثواب ملتا ہے۔ (مسلم جلد ۳ ص ۶۹۹، سنن دارمی جلد ۲ ص ۳۰۹، اللؤلؤ والمرجان جلد ۱ ص ۳۰۷)

۸۔ ایک خصلت جنت میں لے جانے والی حدیث میں یہ آئی ہے کہ لوگوں کی تکلیف کے درپے نہ ہوا جائے بلکہ ان سے حسن سلوک اور احترام سے پیش آیا جائے، کیونکہ جس طرح کوئی انسان یہ پسند کرتا ہے کہ اسے کوئی ایذا اور تکلیف نہ پہنچائے اسی طرح اسے بھی چاہیے کہ کسی کو ایذا نہ دے۔ اس طرح لوگوں میں باہمی محبت پیدا ہوگی اور ہر شخص اپنے آپ کو دوسرے سے محفوظ و مصئون اور مامون سمجھے گا۔ اسی طرح جو شخص دوسروں کا احترام نہیں کرتا دوسرے بھی اس کو احترام کی نگاہ سے نہیں دیکھتے کیونکہ یہ دنیا گنبد کی آواز ہے، جیسا کرو گے ویسا ہی تمہارے ساتھ کیا جائے گا۔ خیر کی بوائی کرو گے تو خیر اور اچھائی کی فصل کاٹو گے اور اگر برائی اور شر کی فصل بوؤ گے تو سوائے کانٹوں سے اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بخدا وہ شخص مومن نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ کون شخص؟ فرمایا: وہ شخص جس کا پڑوسی اس کے شر سے مامون نہ ہو۔

ایک اور حدیث میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو۔ (مسلم جلد ۱ ص ۶۸)

سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"جس شخص نے پاکیزہ مال کھایا اور سنت کے مطابق عمل کیا اور لوگ اس کے شر سے بے خطر اور مامون رہے، ایسا شخص جنت میں داخل ہو گا۔" ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آج تو ایسے لوگ بکثرت موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا: "میرے بعد آنے والی صدیوں میں بھی ہوں گے"۔ (ترمذی جلد ۲ ص ۲۶۹)

ایک اور حدیث میں جو سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:.... مومن وہ ہے جس سے لوگ امن میں رہیں اور مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ اپنے کو محفوظ سمجھیں۔ اور مہاجر وہ ہے جو برائی کو چھوڑ دے۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جنت میں اس وقت تک کوئی شخص داخل نہیں ہو گا جب اس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار جلد ۱ ص ۱۹، مجمع الزوائد جلد ۱ ص ۵۴ وقال رجالہ رجال الصحیح)

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے سیدنا ابو ذر غفاری سے کہا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جس پر عمل کر کے انسان جنت میں داخل ہو جائے انہوں نے فرمایا۔ میں نے اس بات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا آپ نے ارشاد فرمایا: تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاؤ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایمان کے ساتھ کوئی عمل بھی ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ نے جو کچھ دیا ہو اس میں سے کچھ نہ کچھ دیتا رہے۔ میں نے پھر عرض کیا: یا رسول اللہ۔ یہ بھی فرمائیے کہ اگر کوئی شخص غریب ہو اور کچھ دینے کے قابل بھی نہ ہو تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا اچھی باتوں کا حکم دے اور بری باتوں سے منع کرے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ فرمائیے کہ اگر کوئی شخص اپنے مافی الضمیر کو بھی ظاہر کرنے پر قادر نہ ہو اور اچھی باتوں کا حکم اور برائی سے نہ روک سکتا ہو تو پھر کیا کرے؟ آپ نے فرمایا کہ بھولے بھالے اور سیدھے سادے آدمی کی مدد کرے۔ میں نے پھر کہا کہ اگر وہ شخص خود سیدھا سادہ اور بھولا بھالا ہو تو پھر کیا کرے؟ آپ نے فرمایا کہ مظلوم اور مغلوب شخص کی مدد کرے۔ میں نے پھر عرض کیا کہ اگر وہ کسی مظلوم کی مدد بھی نہ کر سکتا ہو تو پھر کیا کرے؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے ساتھی میں کوئی بھی خیر اور بھلائی کی بات نہیں دیکھنا چاہتے؟ لوگوں کو ایذا پہنچانے سے رک جائے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ اگر یہ کرے گا تو کیا وہ جنت میں داخل ہو گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جو ان خصائل میں سے کسی خصلت پر عمل کرے مگر یہ کہ وہ خصلت اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جائے گی۔ (رواہ الطبرانی وابن حبان وقال الحاکم صحیح علی شرط مسلم)

اس سلسلہ میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نیکی پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے اور یہ بھی نیکی ہے کہ تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملو اور یہ کہ تم اپنے بھائی کے برتن میں اپنے ڈول سے پانی ڈال دو"۔ (ترمذی جلد ۴ ص ۳۴۷)

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی اور فاضل پانی کا روکنا اور نر جانور کو جفتی کے لیے نہ دینا ہے۔ (کشف الاستار جلد ۱ ص ۷۱، مجمع الزوائد جلد ۱ ص ۱۰۵)

اسی سلسلہ میں سیدنا ابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا اپنے مسلمان بھائی سے مسکرا کر ملنا صدقہ ہے۔ اور اچھی بات کا حکم دینا اور بری بات سے روکنا صدقہ ہے۔ اور تمہارا کسی راستہ بھولنے والے شخص کی راہ نمائی کرنا صدقہ ہے۔ اور تمہارا پتھر، کانٹے اور ہڈی کا راستہ سے ہٹا دینا صدقہ ہے۔ اور تمہارا اپنے ڈول میں سے اپنے ساتھی کے ڈول میں پانی انڈیلنا بھی صدقہ ہے۔
(اور ابن حبان کی روایت میں ہے کہ کمزور نگاہ والے شخص کو راہ دکھانا بھی صدقہ ہے) (ترمذی جلد ۴ ص ۳۳۹۔۳۴۰)

یہ چھوٹے چھوٹے کام اگرچہ دیکھنے میں چھوٹے ہیں لیکن اجر و ثواب کے لحاظ سے اور معاشرہ میں محبت و آشتی پیدا کرنے کے لحاظ سے بہت بڑے اور عظیم ہیں۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ راستہ میں نہ بیٹھو، اور اگر ایسا کرنا ہی ہے تو سلام کا جواب دو اور نگاہ کو پست رکھو اور راہ نمائی کرو اور سواری اور بار برداری میں لوگوں کی اعانت کرو۔ (کشف الاستار جلد ۲ ص ۴۳۵، مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۶۲)

اس سلسلہ میں ایک اور روایت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے ہر سانس پر روزانہ ایک صدقہ واجب ہوتا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ ہمارے پاس اتنا مال کہاں ہے کہ اتنے صدقے کریں؟ آپ نے فرمایا خیر کے بہت سے ابواب ہیں۔ سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ۔ اور اچھی بات کا حکم دینا اور بری بات سے روکنا، اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا، اور بہرے آدمی کو سنانا اور نابینا کی راہنمائی کرنا، اور ضرورت مند کی حاجت روائی کرنا، اور فریاد رسی کرنے والے غلام کی حسب طاقت فوراً مدد کرنا، اور ضعیف و کمزور کی پوری قوت بازو سے مدد کرنا، یہ سب کے سب تمہاری طرف سے تمہارے نفس کے لیے صدقہ ہی تو ہیں۔ (بخاری و ابن حبان)

سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ کون سا صدقہ سب سے اعلیٰ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی پلانا (ابن ماجہ جلد ۲ ص ۱۲۱۴) ایک اور حدیث میں ہے کہ جو مومن کسی دوسرے مومن کو پیاس کی حالت میں پانی پلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے رحیق مختوم (شراب خالص) سے پلائیں گے۔ (ترمذی جلد ۴ ص ۶۳۳)

اسی سلسلہ میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر مسلمان پر روزانہ صدقہ واجب ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا: راستہ میں سے تکلیف دہ شی کا اٹھا دینا بھی صدقہ ہے۔ کسی کو راستہ بتلا دینا بھی صدقہ ہے۔ اور بیمار کی عیادت کرنا بھی صدقہ ہے۔ اور جنازہ کے ساتھ جانا بھی صدقہ ہے۔ اور بری بات سے روکنا بھی صدقہ ہے، اور مسلمان کے سلام کا جواب دینے پر بھی صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔

(اس مضمون کی اور بھی کئی احادیث ہیں ملاحظہ ہو کشف الاستار جلد ۱ ص ۴۳۹) مجمع الزوائد میں لکھا

ہے کہ یہ حدیث صحاح میں مختصر آئی ہے اور پوری حدیث بزار نے نقل کی ہے۔ مجمع الزوائد جلد ۳ ص ۱۰۴)

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ بارگاہ رسالت میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ نماز کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا!۔ نماز کامل اور مکمل عمل ہے۔ میں نے عرض کیا۔ میں صدقہ کے بارہ میں پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: صدقہ بڑی چیز ہے میں نے پھر عرض کیا میرے دل میں جو سب سے افضل اور بہترین عمل تھا وہ آپ نے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا وہ کیا؟ عرض کیا روزہ، فرمایا روزہ بہت عمدہ ہے اور اس سے بہتر کوئی عمل نہیں۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اگر مجھ میں صدقہ کی طاقت نہ ہو؟ فرمایا اپنا فاضل کھانا صدقہ کر دیا کرو عرض کیا اگر یہ بھی نہ کر سکوں، آپ نے فرمایا اچھی بات کر لیا کرو، میں نے پھر عرض کیا اگر یہ بھی نہ کر سکوں، فرمایا لوگوں کے ساتھ برائی سے بچو اس پر بھی اس صدقہ کا اجر ملتا ہے جس کا تم اپنے اوپر صدقہ کرتے ہو میں نے پھر عرض کیا کہ اگر میں یہ بھی نہ کر سکوں آپ نے فرمایا پھر تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے میں خیر اور بھلائی کی کوئی چیز بھی نہ چھوڑو (کشف الاستار جلد ا ص ۶ ۴ ۴ مجمع الزوائد جلد ۳، ص ۱۰۹)

۹۔ ایک خصلت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں لے جانے والی یہ بیان فرمائی کہ مسلمان کے سلام کا جواب دیا جائے۔ سلام اور جواب اگرچہ واجب علی الکفایہ ھے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر دو چار شخص بیٹھے ہوتے ہیں اور کسی نے انہیں سلام کیا تو سب کا جواب دینا ضروری نہیں بلکہ اگر ان میں سے ایک شخص بھی جواب دے دے تو کافی ہو جائے گا لیکن اگر کسی نے جواب نہ دیا تو سب گنہ گار ہوں گے۔ سلام کا جواب اتنی بلند آواز سے دینا چاہیے کہ سلام کرنے والا سن لے۔ خط میں جو سلام لکھ کر آتا ہے اس کا جواب بھی اسی طرح واجب ہے جس طرح زبانی سلام کا جواب واجب ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس یہی فرماتے ہیں کہ اگر تمہارے کسی مسلمان بھائی کا خط آئے اور تم اس کا جواب نہ دو تو تم گنہ گار ہو گے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا (نسا : ۸۶)

اور جب تم کو سلام کیا جائے تو تم بھی اس سے بہتر سلام کرو یا وہی پلٹ کر کہہ دو یعنی جب کوئی تمہیں سلام کرے تو تمہارے اوپر واجب ہے کہ تم اس کے سلام کا یا تو ایسا ہی جواب دو یا اس سے اعلیٰ اور افضل کلمات کے ساتھ جواب دو (سلام کی مزید تفصیل کے لیے ملاحضہ ہو احقر کی کتاب "اسلامی آداب")

سلام کی تکمیل مصافحہ کرتی ہے چنانچہ امام ترمذیؒ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتا اور آپ سے معافحہ کرتا تو آپ اس کے ہاتھ سے اپنا دست مبارک اس وقت تک نہ کھینچتے تھے جب تک کہ وہ شخص خود اپنا ہاتھ نہ کھینچ لیتا اور آپ اپنا چہرہ اس کے چہرے سے اس وقت تک نہیں ہٹاتے تھے جب تک وہ شخص خود اپنی توجہ نہ ہٹا لیتا اور آپ کو اپنے کسی ہم نشیں کے سامنے گھٹنے پھیلا کر بیٹھا ہوا نہیں دیکھا گیا۔ (ترمذی جلد ۴ ص ۶۵۴)

اس سلسلے میں سیدنا انس فرماتے ہیں کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی دو مسلمان ایسے نہیں کہ وہ آپس میں ملیں اور باہم مصافحہ کریں اور ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ پر یہ واجب ہو جاتا ہے کہ انکے ہاتھ جدا ہونے سے پہلے ان کی مغفرت کر دیں۔ (کشف الاستار جلد ۲ ص ۴۲۰)

علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام احمد بزار اور ابو یعلیٰ موصلی نے روایت کیا ہے مگر یہ کہ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے اوپر یہ لازم کر لیتے ہیں کہ ان کی دعا قبول کرے اور ان کے ہاتھ ایک دوسرے سے الگ ہونے سے قبل اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۳۶۔ مسند احمد کے رجال صحیح کے رجال ہیں

۱۰۔ جنت میں داخلہ کے خصائل میں سے ایک خصلت یہ ہے کہ مسلمان کی دعوت قبول کی جائے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کو اس کا مسلمان بھائی دعوت دے تو اسے قبول کرنا چاہیے۔ شادی کی دعوت ہو یا کوئی اور دعوت ہو۔ (مسلم جلد ۲ ص ۱۰۳۵)

اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے کہ جب تم میں سے کسی شخص کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو اسے اس میں جانا چاہیے (مسلم جلد ۲ ص ۱۰۵۲)

بعض حضرات کے نزدیک ولیمہ کی دعوت سے مراد ہر اس کھانے کی دعوت ہے جو چند لوگوں کے لیے تیار کیا جائے۔

سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو دعوت دی جائے تو اسے قبول کرلے پھر اگر روزہ دار ہو تو (صاحب خانہ کے لئے) دعائے خیر وغیرہ کر دے (بعض نے کہا ہے کہ وہاں نماز پڑھ لے) اور اگر روزہ نہ ہو تو کھانا کھا لے (مسلم جلد ۲ ص ۱۰۵۴)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے تو اسے چاہیے کہ اسے قبول کرے پھر اگر دل چاہے تو کھا لے ورنہ چھوڑ دے۔ (مسلم جلد ۲ ص ۱۰۵۴)

اگر کسی شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے اور اس کے ساتھ کچھ ایسے آدمی بھی ہوں جو اس دعوت میں مدعو نہ ہوں تو ایسی صورت میں صاحب خانہ سے اجازت طلب کرنا ضروری ہے تاکہ اسے ملال خاطر نہ ہو چنانچہ سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور آپ کے پانچ آدمیوں کے لئے کھانا پکایا۔ ان حضرات کے ساتھ ایک اور صاحب ہو لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعوت دینے والے کے دروازہ پر پہنچے تو آپ نے اس سے فرمایا کہ یہ صاحب بھی ہمارے ساتھ آگئے ہیں۔ اگر تم اجازت دو تو کھانا کھالیں گے وگرنہ واپس چلے جائیں گے۔ صاحب خانہ نے کہا یا

رسول اللہ میں اس کو اجازت دیتا ہوں۔ (مسلم جلد ۳ ص ۱۶۰۸)

اسی سلسلہ میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دعوت دینے والا جب تمہیں دعوت دے تو اس کو قبول کرو اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرو اور ہدیہ کو رد نہ کرو اور مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچاؤ۔
(کشف الاستار جلد ۲ ص ۶۷ مجمع الزوائد جلد ۴ ص ۵۲)

علماء نے لکھا ہے کہ دعوت کے چھوڑنے کے سلسلہ میں کوئی عذر قبول نہیں ہے مگر یہ کہ دعوت والی جگہ میں منشیات کا استعمال ہو رہا ہو یا کسی اور حرام چیز کا ارتکاب ہو رہا ہو یا وہاں خلاف شریعت کام ہو رہے ہوں یا کسی فاسق و فاجر کے اعزاز میں وہ دعوت منعقد کی گئی ہو تو ایسی صورتوں میں دعوت کو ہرگز قبول نہیں کرنا چاہیے۔

۱۱۔ ان خصائل میں سے ایک خصلت سلام میں پہل کرنا بھی ہے۔ سلام کے جواب دینے بارہ میں تو ہم گزشتہ سطور میں بھی بیان کر آئے ہیں لیکن سلام میں پہل کرنا اور اس کو عام کرنا یہ الگ ایک بہت بڑا عمل ہے جو آدمی کو جنت میں لے جاتا ہے۔ اسلام چونکہ مدنیت پر مشتمل دین ہے اس لئے اس میں مسلمان کی سوشل لائف پر بھی زور دیا گیا ہے۔ اسلام نے آپس میں ملاقات اور رخصت ہوتے وقت سلام کرنے کو مدنی مظاہر میں سے ایک مظہر کے طور پر مشروع قرار دیا ہے۔ اسلام کے اس سلام کی شان یہ ہے کہ اس سے دلوں میں الفت اور محبت پیدا ہوتی ہے جو ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان کے ساتھ تعلق کو مربوط اور مضبوط بناتی ہے۔ چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوسکتے جب تک مومن نہ بن جاؤ۔ اور تم مومن اس وقت تک نہیں بن سکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں ایسی شے نہ بتاؤں جسے اگر تم کر لو تو آپس میں محبت و الفت پیدا ہوگی۔ آپس میں سلام کو عام کرو۔ (مسلم جلد ۱ ص ۷۴)

سلام کو عام کرنے کے لیے ترغیب دی گئی اور کہا گیا کہ سلام صرف جان پہچان والے ہی کو نہ کرو بلکہ ہر مسلمان کو سلام کرو خواہ تم اس کو جانتے ہو یا نہیں جانتے۔ پھر یہ بھی کہا گیا کہ سلام میں پہل کرنا تقرب الٰہی کا باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا سب سے مقرب بندہ وہ ہے جو سلام میں ابتداء اور پہل کرے۔ (سنن ابی داؤد جلد ۲ ص ۱۶۴)

ایک صحابی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں جو تمہارے لیے تمہارے بھائی کی دوستی کو خالص کر دیں گی یہ کہ جب تم اس سے ملو تو اسے سلام کرو اور مجلس میں اس کے لیے جگہ کو کشادہ کرو اور اس کے پسندیدہ نام سے اس کو پکارو (طبرانی معجم اوسط)

بخاری اور مسلم میں ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ تو ان سے فرمایا کہ ان فرشتوں کو سلام کرو۔ فرشتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ اور دیکھو کہ وہ آپ کو کیا جواب دیتے ہیں۔ پھر یہ آپ اور آپ کی اولاد کے لیے سلام مقرر ہوجائے گا۔

چنانچہ سیدنا آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو جا کر السلام علیکم کہا۔ فرشتوں نے جواب میں السلام علیک ورحمۃ اللہ کہا اور حضرت آدم علیہ السلام کے سلام کے جواب میں "رحمۃ اللہ" بڑھا دیا۔ (بخاری و مسلم)

ایک روایت سیدنا عمار رضی اللہ عنہ سے ہے فرماتے ہیں کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس نے انہیں جمع کرلیا اس نے ایمان کو جمع کرلیا۔ اپنے نفس کے ساتھ انصاف کرنا اور سب کو سلام کرنا اور تنگی میں خرچ کرنا۔

اسی سلسلہ میں امام ترمذی نے سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رحمٰن کی عبادت کرو اور کھانا کھلاؤ اور سلام کو پھیلاؤ اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوجاؤ۔ (ترمذی جلد ۴ ص ۲۸۷ وقال حسن صحیح)

سیدنا عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور السلام علیکم کہا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس نیکیاں مل گئیں۔ پھر ایک اور شخص آیا اور انہوں نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیس نیکیاں مل گئیں۔ پھر ایک اور تیسرا شخص آیا اور اس نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیس نیکیاں مل گئیں۔ (ترمذی جلد ۵ ص ۱۵۲)

سیدنا عمارؓ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تین چیزیں ایمان کی علامت ہیں۔ تنگی میں خرچ کرنا، اور سب کو سلام کرنا، اور اپنے نفس کے ساتھ انصاف کرنا۔ (کشف الاستار جلد ۱ ص ۲۵، مجمع الزوائد جلد ۱، ص ۵۶)

سلام کرنا سنت موکدہ ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے۔ ایک آدمی کا پوری جماعت کو سلام کرنا کافی ہے۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی جماعت گزرے تو ان میں سے ایک آدمی کو سلام کرنا کافی ہے اور بیٹھنے والوں میں سے ایک کا جواب دینا کافی ہے۔ ایسا ہی زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے اور اگر لوگوں کی جماعت میں سے صرف ایک سلام کرے تو سب کی طرف سے کافی ہے۔ (سنن ابی داؤد جلد ۲ ص ۶۴۴)

۱۲۔ ان خصائل میں سے جو آدمی کو جنت کی طرف لے جاتے ہیں ایک خصلت یہ ہے کہ مسلمان کی چھینک کا جواب دیا جائے۔ یہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے۔ اس لیے اگر چھینکنے والا "الحمد

لِلّٰہ" کہے تو سننے والے کو "یرحمک اللہ" جواب میں کہنا چاہیے اور پھر چھینکنے والے کو "یہدیکم اللہ ویصلح بالکم" کہنا چاہیے لیکن اگر چھینکنے والا الحمد اللہ نہ کہے تو اس کو یرحمک اللہ نہیں کہا جائے گا البتہ اس کے ساتھ بیٹھنے والے شخص کو چاہیئے کہ اسے الحمد اللہ کہنا یاد دلا دے۔

اس سلسلہ میں سیدنا انس بن مالک کی روایت ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت دو شخص بیٹھے ہوئے تھے ان دونوں کو چھینک آئی۔ آپ نے ان دونوں میں سے ایک کو چھینک کا جواب دیا جب کہ دوسرے کو جواب نہ دیا۔ جس کو آپ نے جواب نہ دیا تھا اس نے عرض کی۔ یارسول اللہ فلاں صاحب کو چھینک آئی تو آپ نے اس کو جواب دیا، جب کہ مجھے چھینک آئی تو آپ نے جواب نہیں دیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا۔ اس نے "الحمد للّٰہ" کہا جب کہ تم نے الحمد للّٰہ نہ کہا۔ (مسلم جلد ۴ ص ۲، ۲۲) سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتے ہیں اور جمائی کو ناپسند۔ لہذا جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے تو وہ "الحمد للّٰہ" کہے تو ہر اس شخص کو جو اسے سنے اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا چاہیے۔ یاد رکھو جمائی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے اس لیے اس کو جتنا دبا سکتے ہو دبا لو۔ اور جب انسان "ھا" کہتا ہے تو شیطان اس کا مذاق اڑاتا ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۰ ص ۶۰۷)

چھینک کے آداب میں سے یہ ہے کہ چھینکنے والا اپنی آواز پست کرے اور اپنی ناک کو کپڑے وغیرہ سے ڈھانپ لے تاکہ اس کی ناک سے نکلنے والا پانی اس کے ساتھی اور پاس بیٹھے شخص کو ایذاء نہ دے۔ اور اگر سامنے کھانا وغیرہ ہو یا کوئی شخص سامنے بیٹھا ہو تو چھینکنے والے کو اپنا منہ پھیر لینا چاہیے۔ تاکہ چھینکتے وقت ناک سے نکلنے والا پانی کھانے پینے کی چیزوں اور سامنے بیٹھے ہوئے آدمی پر نہ پڑے۔ اس سلسلہ میں سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تھی تو آپ اپنا ہاتھ یا کپڑا منہ پر رکھ لیا کرتے تھے اور آواز کو پست کر لیا کرتے تھے۔ (سنن ابی داؤد جلد ۲ ص ۲۰۲، ترمذی جلد ۵ ص ۸۶)

حضرت مولانا
محمد علی
جالندھری
رحمہ اللہ

مجاہد ختم نبوت اور عظیم مبلغ کی داستان حیات
جدوجہد اور خدمات قیمت =/۱۰۰

تالیف: مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی رحمہ اللہ

مقدمہ:
حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتھم

بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان